ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY



AIOU LIBRARY

Name:

Registration No.:

Course Code: 1659

Program: B.Ed

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس: تدریساتِ اردو(1659) • سطح: بی ایڈ

سمسٹر: خزاں2026

امتحانی مشق نمبر 1 (یونٹ1تا4)

کل نمبر: 100 • اسائنمنٹ کا نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

(مطالعہ وحوالہ کے لیے)

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ کسی دوسرے طالب علم کی تحریر یا اس گائیڈ کی ہو بہو نقل کرنا تعلیمی بددیانتی ہے اور یونیورسٹی کی پالیسی کے مطابق کارروائی ہو سکتی ہے۔

سوال نمبر1: اردو زبان کی تدریس کے بنیادی مقاصد اور زبان دانی واظہارِ خیال کی صلاحیتیں (20نمبر)

سوال نمبر1: اردو زبان کی تدریس کے بنیادی مقاصد بیان کریں۔ اردو کی تدریس کے ذریعے طلبہ میں زبان دانی اور اظہارِ خیال کی صلاحیتیں پیدا کرنے کے طریقوں کی وضاحت کریں۔(20)

تعارف

زبان انسان کی سب سے بڑی سماجی ایجاد ہے۔ یہ محض آوازوں اور لفظوں کا مجموعہ نہیں بلکہ خیالات کے تبادلے، علم کی منتقلی، تہذیب کی حفاظت اور شخصیت کی تعمیر کا بنیادی ذریعہ ہے۔ اردو پاکستان کی قومی زبان ہے، رابطے کی زبان ہے اور ہمارے علمی، ادبی اور ثقافتی ورثے کی امین ہے۔ اسی لیے سکول کی سطح پر اردو کی تدریس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اور ہر وہ استاد جو اردو پڑھاتا ہے اسے سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ وہ اردو کیوں پڑھا رہا ہے، یعنی اس کی تدریس کے مقاصد کیا ہیں۔ مقاصد کے بغیر تدریس ایک بے سمت سفر بن جاتی ہے: کتاب ختم ہو جاتی ہے مگر طالب علم کی زبان میں کوئی خفیف تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس جب مقاصد واضح ہوں تو نصاب، طریقۂ تدریس، جماعتی سرگرمیاں اور جانچ سب انہی مقاصد کے گرد منظم ہو جاتے ہیں۔

اس سوال کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں اردو کی تدریس کے بنیادی مقاصد بیان کیے جائیں گے، جن میں لسانی، علمی، سماجی، ثقافتی، ادبی اور عملی مقاصد شامل ہیں۔ دوسرے حصے میں یہ وضاحت کی جائے گی کہ استاد کن تدریسی طریقوں اور سرگرمیوں کے ذریعے طلبہ میں زبان دانی، یعنی زبان کو درست، رواں اور موقع محل کے مطابق استعمال کرنے کی اہلیت، اور اظہارِ خیال، یعنی اپنے خیالات، جذبات اور مشاہدات کو مؤثر انداز میں دوسروں تک پہنچانے کی صلاحیت، پیدا کر سکتا ہے۔ یہ دونوں صلاحیتیں دراصل پوری زبان آموزی کی منزل ہیں، کیونکہ زبان سیکھنے کا اصل امتحان یہی ہے کہ طالب علم سنی ہوئی اور پڑھی ہوئی بات کو سمجھ سکے اور اپنے دل کی بات اعتماد کے ساتھ کہہ اور لکھ سکے۔

اردو کی تدریس کے لسانی مقاصد

اردو کی تدریس کا سب سے پہلا اور بنیادی مقصد لسانی ہے، یعنی طالب علم میں زبان کی چار بنیادی مہارتوں — سننا، بولنا، پڑھنا اور لکھنا — کو متوازن طور پر پروان چڑھانا۔ ابتدائی جماعتوں میں سننے اور بولنے پر زور ہوتا ہے، پھر پڑھنے اور لکھنے کی مہارتیں بتدریج مضبوط کی جاتی ہیں۔ لسانی مقصد یہ بھی ہے کہ طالب علم درست تلفظ، مناسب لہجے اور صحیح اعراب کے ساتھ بول سکے، الفاظ کا درست ذخیرہ رکھے، جملوں کی ساخت اور قواعد کی بنیادی باتوں سے واقف ہو اور موقع کے مطابق رسمی اور غیر رسمی زبان میں فرق کر سکے۔ اگر یہ مقصد حاصل نہ ہو تو باقی تمام مقاصد کمزور پڑ جاتے ہیں، کیونکہ ادب کا فہم، مضمون نویسی اور تنقیدی سوچ سب کا دارومدار زبان پر گرفت ہی پر ہے۔

لسانی مقاصد میں ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ طالب علم زبان کے نظام کو صرف رٹے بازی سے نہیں بلکہ استعمال کے ذریعے سیکھے۔ قواعد اس وقت تک خشک اور بے جان رہتی ہے جب تک وہ بول چال، خواندگی اور تحریر میں کام نہ آئے۔ اس لیے جدید تدریسی نقطۂ نظر یہ ہے کہ اسم، فعل، صفت، مرکبات اور محاورات پڑھاتے ہوئے ہمیشہ جملوں اور پیراگرافوں کی زندہ مثالیں دی جائیں۔ یوں طالب علم لاشعوری طور پر زبان کے مزاج کو جذب کرتا چلا جاتا ہے۔ ایک اور لسانی مقصد طلبہ میں زبان کے بارے میں مثبت رویہ پیدا کرنا ہے؛ جو بچہ اپنی قومی زبان کو وقار اور محبت کی نگاہ سے دیکھے وہ اسے بہتر طور پر سیکھے گا اور آگے بڑھائے گا۔

علمی، فکری اور ادبی مقاصد

دوسرا بڑا مقصد علمی و فکری ہے۔ زبان فکر کا لباس ہے؛ جو زبان مضبوط ہوتی ہے اس میں سوچ بھی واضح اور منظم ہوتی ہے۔ اردو کی تدریس کے ذریعے طالب علم کتابوں، اخبارات، رسائل اور دیگر ذرائع سے علم حاصل کرنے کے قابل بنتا ہے، کیونکہ پاکستان میں زیادہ تر عمومی، دینی، تاریخی اور سماجی علم اردو ہی میں دستیاب ہے۔ اس کے ساتھ طالب علم میں مشاہدے، تجزیے، موازنے اور نتیجہ اخذ کرنے کی صلاحیتیں نشوونما پاتی ہیں۔ فکری مقصد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ طالب علم سنی اور پڑھی ہوئی بات کو اندھا دھند قبول نہ کرے بلکہ دلیل کی کسوٹی پر پرکھے، سوال اٹھائے اور اپنا مؤقف شائستگی سے پیش کرے۔ یہی تنقیدی سوچ آگے چل کر شہری زندگی اور پیشہ ورانہ میدان دونوں میں کام آتی ہے۔

ادبی مقصد سے مراد یہ ہے کہ طالب علم اردو ادب کی مختلف اصناف، نظم و نثر، کہانی، مضمون، ڈراما، غزل، نظم اور ناول وغیرہ سے متعارف ہو، ان کی خوبصورتی کو محسوس کرے اور اس میں ادبی ذوق پیدا ہو۔ ادب انسان کے جذبات کی تربیت کرتا ہے، اسے ہمدردی، صبر، انصاف اور خوبصورتی کی قدر سکھاتا ہے۔ جب طالب علم میر، غالب، اقبال، فیض، پریم چند، کرشن چندر اور اشفاق احمد جیسے ادیبوں کو پڑھتا ہے تو اس کی شخصیت میں وسعت اور اس کے مزاج میں توازن پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح سماجی و ثقافتی مقصد یہ ہے کہ زبان کے ذریعے طالب علم اپنی تہذیب، تاریخ، اقدار اور قومی ورثے سے جڑے؛ اردو دراصل مختلف علاقائی زبانوں اور ثقافتوں کو جوڑنے والی کڑی ہے، اس لیے اس کی تدریس قومی یکجہتی کے فروغ میں بھی بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

عملی اور پیشہ ورانہ مقاصد

اردو کی تدریس کا ایک اہم مقصد عملی بھی ہے۔ آج کے دور میں طالب علم کو زندگی کے ہر شعبے میں زبان استعمال کرنی پڑتی ہے: درخواست لکھنا، خط و کتابت کرنا، دفتری رپورٹ تیار کرنا، انٹرویو دینا، تقریر کرنا، میڈیا اور سوشل میڈیا پر اپنا مؤقف پیش کرنا اور صارف یا مریض یا شاگرد سے گفتگو کرنا۔ صحافت، تدریس، قانون، انتظامیہ، نشریات اور کسٹمر سروس جیسے شعبوں میں اردو پر عبور براہِ راست روزگار سے جڑا ہوا ہے۔ اگر سکول میں طالب علم صرف امتحانی مضمون لکھنا سیکھے اور عملی زندگی کی تحریریں نہ سیکھے تو تدریس اپنے عملی مقصد سے محروم رہ جاتی ہے۔ اس لیے کلاس میں خط، درخواست، خلاصہ، رپورٹ، انٹرویو اور مکالمہ نگاری کی باقاعدہ مشق کرانی چاہیے۔

ان تمام مقاصد کو سمجھنے کا فائدہ یہ ہے کہ استاد اپنی تدریس کو درجہ بہ درجہ ترتیب دے سکتا ہے۔ مثال کے طور پر پرائمری سطح پر بنیادی مقصد سننا، بولنا اور پڑھنے لکھنے کی ابتدا ہے؛ مڈل سطح پر فہم، ذخیرۂ الفاظ اور سادہ تحریر کو مضبوط کرنا ہے؛ اور ثانوی سطح پر ادبی فہم، تنقیدی اظہار اور باقاعدہ مضمون نویسی مقصود ہے۔ مقاصد کی یہ درجہ بندی نصاب سازوں، کتاب لکھنے والوں اور استادتینوں کے لیے رہنما ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ مقاصد صرف کاغذ پر لکھنے کے لیے نہیں ہوتے؛ ہر سبق کی منصوبہ بندی میں استاد کو یہ طے کرنا چاہیے کہ آج کے پیریڈ میں کون سا مقصد کس حد تک حاصل ہو گا اور پیریڈ کے آخر میں اس کی جانچ کیسے ہو گی۔ یہی مقصد پر مبنی تدریس کو پیشہ ورانہ معیار عطا کرتی ہے۔

زبان دانی پیدا کرنے کے طریقے

زبان دانی سے مراد زبان پر عملی عبور ہے، یعنی سننے اور پڑھنے سے درست مفہوم لینا اور بولنے اور لکھنے میں درست، رواں اور پُر اثر زبان استعمال کرنا۔ اس کے پیدا کرنے کا پہلا طریقہ زبان سے بھرپور اور مسلسل واسطہ ہے۔ استاد خود درست اور شستہ اردو بولے، طلبہ کو روزانہ کچھ نہ کچھ سننے اور پڑھنے کا موقع دے اور جماعت کو زبان کی زندہ فضا بنائے۔ دوسرا طریقہ نمونہ خوانی اور تقلیدی خوانی ہے: استاد درست تلفظ اور لہجے کے ساتھ پڑھ کر سنائے اور طلبہ اسی انداز میں پڑھیں۔ تیسرا طریقہ ذخیرۂ الفاظ کی منظم تربیت ہے؛ ہر سبق کے مشکل الفاظ کو جملوں میں استعمال کرانا، مترادفات و متضادات، محاورات اور ضرب الامثال کو سیاق و سباق میں سکھانا زبان دانی کی بنیاد مضبوط کرتا ہے۔

چوتھا طریقہ قواعد کی عملی تدریس ہے۔ قواعد کو الگ خشک مضمون کی طرح رٹوانے کے بجائے تحریر و تقریر کی اصلاح کے ساتھ جوڑا جائے۔ جب طالب علم جملہ بنائے اور استاد اسی وقت نرمی سے اصلاح کرے تو قاعدہ اس کے ذہن میں بیٹھ جاتا ہے۔ پانچواں طریقہ باقاعدہ مشق و تکرار ہے: املا، خوش خطی، جملہ سازی، پیراگراف نویسی اور مختصر سوالات کے تحریری جوابات زبان کو پختہ کرتے ہیں۔ چھٹا طریقہ کثرتِ مطالعہ ہے۔ درسی کتاب کے علاوہ کہانیاں، بچوں کے رسائل، اخبارات کے منتخب حصے اور سادہ ادبی کتابیں پڑھنے سے زبان لاشعوری طور پر اندر اترتی ہے۔ اسی طرح سمعی و بصری مواد، ریڈیو پروگرام، نظموں کی ریکارڈنگ اور تعلیمی ویڈیوز بھی سننے کی مہارت کو بڑھاتی ہیں۔ استاد کو چاہیے کہ وہ غلطیوں کو ذلت کا سبب نہ بنائے؛ زبان سیکھنے میں غلطی ایک ضروری مرحلہ ہے اور حوصلہ افزائی ہی بچے کو آگے بڑھاتی ہے۔

اظہارِ خیال کی صلاحیت پیدا کرنے کے طریقے

اظہارِ خیال کی صلاحیت زبان دانی سے ایک قدم آگے ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ طالب علم اپنے خیالات کو منظم کرے، مناسب الفاظ چنے، ترتیب وار پیش کرے اور سننے یا پڑھنے والے پر اثر ڈالے۔ زبانی اظہار کے لیے استاد جماعت میں سوال و جواب، بحث و مباحثہ، مکالمہ، کہانی گوئی، تصویری بیان، تقریری مقابلے، کردار نگاری اور ڈرامائی سرگرمیاں کرائے۔ ابتدائی جماعتوں میں بچہ تصویر دیکھ کر جملے بولے، اپنے پسندیدہ کھیل یا میلے کے بارے میں بات کرے؛ بڑی جماعتوں میں وہ کسی موضوع پر دو تین منٹ کی تیار شدہ اور پھر بے ساختہ تقریر کرے۔ گروہی مباحثے میں ہر بچے کو بولنے کا موقع ملنا چاہیے تاکہ شرمیلے طلبہ بھی بتدریج اعتماد حاصل کریں۔

تحریری اظہار کے لیے ترتیب یہ ہونی چاہیے: پہلے جملہ، پھر پیراگراف، پھر مکمل مضمون۔ استاد عنوان دے کر دماغی نقشہ سازی کروائے، یعنی طالب علم پہلے نکات لکھے پھر انہیں پھیلائے۔ خاکہ سازی، مسودہ لکھنا، نظرِ ثانی کرنا اور صاف تحریر تیار کرنا لکھنے کے پیشہ ورانہ مراحل ہیں اور طلبہ کو انہی سے گزارنا چاہیے۔ ہم جماعت جائزہ بھی مفید ہے، جس میں طلبہ ایک دوسرے کی تحریر پڑھ کر نرمی سے اصلاح کی تجویز دیتے ہیں۔ روزنامچہ نویسی، خط نویسی، کہانی مکمل کرنا اور اپنے تجربے کی روداد لکھنا تحریر کو ذاتی اور دلچسپ بناتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ اظہار کی آزادی ہو: استاد موضوع تو دے مگر طالب علم کی سوچ کو اپنے سانچے میں نہ ڈھالے، کیونکہ اصل اظہار وہی ہے جو طالب علم کا اپنا ہو۔

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ اردو کی تدریس کے بنیادی مقاصد کثیر الجہت ہیں: لسانی اعتبار سے چاروں مہارتوں کی تربیت، علمی و فکری اعتبار سے علم کا حصول اور تنقیدی سوچ، ادبی اعتبار سے ذوق کی پرورش، سماجی و ثقافتی اعتبار سے تہذیبی ورثے سے ربط اور قومی یکجہتی، اور عملی اعتبار سے زندگی اور پیشے کی زبان پر عبور۔ یہ مقاصد الگ الگ خانے نہیں بلکہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ زبان دانی اور اظہارِ خیال انہی مقاصد کا عملی ثمر ہیں جب استاد نمونہ خوانی، ذخیرۂ الفاظ کی تربیت، عملی قواعد، کثرتِ مطالعہ، زبانی سرگرمیوں اور ترتیب وار تحریری مشق کو اپنے روزمرہ تدریسی نظام کا حصہ بناتا ہے تو طالب علم رفتہ رفتہ زبان کا صرف جاننے والا نہیں بلکہ استعمال کرنے والا بن جاتا ہے۔ یہی طالب علم کل کا اچھا شہری، اچھا پیشہ ور اور اپنی تہذیب کا سچا امین ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا اردو کے استاد کی کامیابی کا پیمانہ یہ نہیں کہ اس نے کتاب ختم کرا دی، بلکہ یہ ہے کہ اس کے طلبہ زبان بولنے، سمجھنے اور لکھنے میں پہلے سے کتنے بہتر ہو گئے۔

سوال نمبر 2: اردو پڑھنے کی مہارت کی اہمیت اور روانی، تلفظ اور فہمِ متن کی تدریسی سرگرمیاں (20 نمبر)

سوال نمبر 2: اردو پڑھنے کی مہارت کی اہمیت بیان کریں۔ طلبہ میں روانی، درست تلفظ اور فہمِ متن پیدا کرنے کے لیے تدریسی سرگرمیوں کی وضاحت کریں۔ (20)

تعارف

پڑھنا زبان کی چار بنیادی مہارتوں میں سے ایک اور علم کے حصول کی سب سے بڑی کنجی ہے۔ سننا اور بولنا بچہ گھر اور ماحول سے قدرتی طور پر سیکھتا ہے، مگر پڑھنا ایک باقاعدہ مہارت ہے جو سکول کی منظم محنت سے آتی ہے۔ جو بچہ درست اور روانی سے پڑھنا سیکھ لیتا ہے اس کے لیے تمام مضامین کے دروازے کھل جاتے ہیں، کیونکہ ریاضی کا سوال ہو یا سائنس کا سبق، تاریخ کا واقعہ ہو یا جغرافیے کا نقشہ، سب سے پہلے اسے تحریر پڑھ کر ہی سمجھنا پڑتا ہے۔ اسی لیے تعلیمی ماہرین پڑھنے کی کمزوری کو تمام مضامین کی کمزوری کی جڑ قرار دیتے ہیں۔ اردو ہماری ذریعۂ تعلیم زبانوں میں نمایاں ہے، اس لیے اردو پڑھنے کی مہارت کی مضبوطی طالب علم کی پوری تعلیمی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے۔

اس سوال کے پہلے حصے میں پڑھنے کی مہارت کی اہمیت بیان کی جائے گی۔ دوسرے حصے میں ان تدریسی سرگرمیوں کی وضاحت پیش کی جائے گی جن سے طلبہ میں تین باہم جڑی ہوئی خوبیاں پیدا ہوتی ہیں: روانی، یعنی مناسب رفتار سے بغیر اٹکے اور درست لہجے کے ساتھ پڑھنا؛ درست تلفظ، یعنی الفاظ کو ان کے صحیح مخارج اور اعراب کے مطابق ادا کرنا؛ اور فہمِ متن، یعنی پڑھی ہوئی بات کا مفہوم، مرکزی خیال اور تفصیلات کو سمجھنا۔ یہ تینوں یکجا ترقی کریں تو پڑھنا ایک مکمل اور پُرلطف عمل بنتا ہے، اور اگر ان میں سے کوئی ایک بھی کمزور رہ جائے تو پڑھنے کی مہارت ادھوری رہتی ہے۔

پڑھنے کی مہارت کی اہمیت

پڑھنے کی اہمیت کا پہلا پہلو علمی ہے۔ طالب علم درسی کتابیں، معاون کتب، انسائیکلوپیڈیا، اخبارات اور ڈیجیٹل ذرائع سے جو کچھ سیکھتا ہے وہ پڑھنے ہی کے ذریعے سیکھتا ہے۔ تحقیق بتاتی ہے کہ جو بچے ابتدائی جماعتوں میں اچھے قاری بن جاتے ہیں وہ بعد کی جماعتوں میں بھی نمایاں کارکردگی دکھاتے ہیں، کیونکہ ان کے پاس خود مطالعے کا ذریعہ موجود ہوتا ہے۔ دوسرا پہلو لسانی ہے: پڑھنے سے ذخیرۂ الفاظ وسیع ہوتا ہے، جملوں کی ساخت ذہن میں بیٹھتی ہے، املا درست ہوتا ہے اور تحریر بہتر ہوتی ہے۔ جو بچہ زیادہ پڑھتا ہے وہ لکھتا بھی بہتر ہے، کیونکہ اچھی تحریر اکثر اچھی خواندگی کی مرہونِ منت ہوتی ہے۔ تیسرا پہلو فکری ہے: پڑھنے سے موازنہ، تجزیہ اور تنقیدی سوچ پیدا ہوتی ہے اور طالب علم معلومات کو پرکھ کر رائے قائم کرنا سیکھتا ہے۔

چوتھا پہلو سماجی اور عملی ہے۔ روزمرہ زندگی میں اشارے، ہدایات، فارم، خطوط، معاہدے اور خبریں پڑھنا ہر شخص کی ضرورت ہے؛ کمزور قاری عملی زندگی میں بھی دھوکا کھا سکتا ہے اور اعتماد سے محروم رہتا ہے۔ پانچواں پہلو نفسیاتی اور اخلاقی ہے: اچھی کہانیاں اور ادب پڑھنے سے ہمدردی، صبر اور اچھی اقدار پیدا ہوتی ہیں اور فارغ وقت ایک صحت مند مشغلے میں گزرتا ہے۔ چھٹا پہلو یہ ہے کہ پڑھنا خود اعتمادی پیدا کرتا ہے؛ جو بچہ جماعت میں سب کے سامنے درست پڑھ لیتا ہے وہ بولنے اور حصہ لینے میں بھی آگے بڑھتا ہے۔ انہی وجوہ کی بنا پر جدید تعلیمی پالیسیوں میں ابتدائی خواندگی کو اولین ترجیح دی گئی ہے اور استاد سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ پڑھنے کو محض سبق ختم کرنے کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک مکمل مہارت سمجھ کر سکھائے۔

روانی پیدا کرنے کی تدریسی سرگرمیاں

روانی تین اجزا کا نام ہے: درستگی، مناسب رفتار اور لہجے و وقفے کی رعایت کے ساتھ اظہار۔ روانی پیدا کرنے کی پہلی سرگرمی نمونہ خوانی ہے۔ استاد سبق کا ایک حصہ درست لہجے، مناسب رفتار اور وقفوں کی رعایت کے ساتھ پڑھ کر سنائے، پھر طلبہ اجتماعی اور انفرادی طور پر اسی انداز کی تقلید کریں۔ دوسری سرگرمی مکرر خوانی ہے، جس میں ایک ہی مختصر پیراگراف کو تین چار مرتبہ پڑھایا جاتا ہے؛ ہر تکرار پر رفتار اور اعتماد بڑھتا ہے۔ یہ سرگرمی کمزور قاریوں کے لیے خاص طور پر مفید ہے کیونکہ جانے پہچانے متن پر مشق کرنے سے ان کی ہچکچاہٹ ختم ہوتی ہے۔ تیسری سرگرمی جوڑی خوانی ہے: ایک نسبتاً بہتر قاری ایک کمزور قاری مل کر باری باری پڑھتے ہیں، یوں کمزور طالب علم ساتھی سے سیکھتا ہے اور شرمندگی کے بغیر غلطی درست کر لیتا ہے۔

چوتھی سرگرمی اجتماعی (ہم آواز) خوانی ہے، جس میں پوری جماعت استاد کے ساتھ مل کر نظم یا نثر پڑھتی ہے؛ اس سے کمزور لہجہ بھی آوازوں میں شامل ہو کر روانی کی مشق کر لیتے ہیں۔ پانچویں سرگرمی وقت بند خوانی ہے، جس میں ایک منٹ میں درست پڑھے گئے الفاظ کی تعداد نوٹ کی جاتی ہے اور طالب علم اپنی پیش رفت کا سادہ سا گراف یا ریکارڈ خود رکھتا ہے۔ یہ طریقہ طالب علم کو اپنے مقصد کے سامنے رکھتا ہے۔ چھٹی سرگرمی قاری تھیٹر اور ڈرامائی خوانی ہے، جس میں مکالمے والے اسباق کو کرداروں میں بانٹ کر آواز کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ نظموں کی ترنم سے خوانی بھی روانی اور لہجے کو سنوارتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ متن طالب علم کی سطح سے نہ زیادہ آسان ہو نہ زیادہ مشکل؛ مناسب دشواری والا متن ہی روانی کی بہترین مشق فراہم کرتا ہے۔

درست تلفظ پیدا کرنے کی تدریسی سرگرمیاں

درست تلفظ سے مراد الفاظ کی آوازوں کو ان کے صحیح مخارج سے ادا کرنا، اعراب اور شد و مد کا لحاظ رکھنا اور ہم آواز الفاظ میں فرق کرنا ہے۔ اردو میں عربی و فارسی سے آئے ہوئے حروف، مثلاً ث، س، ص یا ز، ذ، ض، ظ کی الگ الگ آوازیں، نیز نون غنہ، ہائے مخلوط اور مرکب آوازیں طلبہ کے لیے مشکل ثابت ہوتی ہیں۔ تلفظ کی پہلی سرگرمی سننے کی

تربیت ہے: استاد مشکل الفاظ آہستہ اور واضح بولے اور طلبہ غور سے سن کر دہرائیں، کیونکہ درست بولنا درست سننے کے بعد ہی آتا ہے۔ دوسری سرگرمی الفاظ کی فہرست سازی اور مشق ہے؛ ہر سبق کے مشکل الفاظ تختے پر لکھ کر ان کے حصے (ہجے) کر کے پڑھائے جائیں اور پھر پورا لفظ روانی سے بلوایا جائے۔

تیسری سرگرمی کم ترین جوڑوں کی مشق ہے، یعنی ایسے الفاظ ساتھ ساتھ رکھنا جن میں معمولی آواز کے فرق سے معنی بدل جاتے ہیں، تاکہ طالب علم کا کان اور زبان دونوں فرق کے عادی ہوں۔ چوتھی سرگرمی آئینہ مشق اور زبان کی حرکات کی نشان دہی ہے، خاص طور پر چھوٹے بچوں کے لیے۔ پانچویں سرگرمی انفرادی بلند خوانی کے دوران نرمی سے فوری اصلاح ہے؛ غلطی اسی وقت درست کرنا زیادہ مؤثر ہے، مگر انداز ایسا ہو کہ طالب علم کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔ چھٹی سرگرمی آڈیو سننا ہے: استاد کی یا معیاری ریکارڈنگ سنوا کر طلبہ سے اسی لہجے میں پڑھوانا۔ علاقائی لہجوں کا اثر اردو تلفظ پر پڑتا ہے؛ استاد کو مقامی زبان کے اثر کی نشان دہی کر کے آہستہ آہستہ معیاری تلفظ کی طرف لانا چاہیے، مگر مادری لہجے کا مذاق ہرگز نہیں اڑانا چاہیے، ورنہ بچہ بولنے سے ہی گھبرانے لگے گا۔

فہمِ متن پیدا کرنے کی تدریسی سرگرمیاں

فہمِ متن پڑھنے کی اصل منزل ہے۔ اگر طالب علم تیزی سے پڑھ لے مگر سمجھے کچھ نہ تو پڑھنا بے مصرف ہے۔ فہم کی تربیت پڑھنے سے پہلے شروع ہوتی ہے: استاد عنوان اور تصاویر پر گفتگو کرے، طلبہ کے موجودہ علم کو جگائے اور پیش گوئی کرائے کہ سبق میں کیا ہو سکتا ہے۔ اس سے دماغ متن کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ پڑھنے کے دوران استاد رک رک کر سوالات کرے: یہ واقعہ کیوں پیش آیا؟ اس کردار کا رویہ کیسا ہے؟ اگلے حصے میں کیا ہو سکتا ہے؟ نئے الفاظ کا مفہوم سیاق و سباق سے نکالنے کی مشق بھی فہم کو گہرا کرتی ہے، کیونکہ ہر لفظ لغت میں تلاش کرنا پڑھنے کی روانی کو توڑ دیتا ہے۔ استاد طلبہ کو اشاروں، پہلے اور بعد کے جملوں اور تصویر کی مدد سے مفہوم اندازہ کرنے کی ترغیب دے۔

پڑھنے کے بعد کی سرگرمیاں فہم کو پختہ کرتی ہیں۔ خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کرنا، واقعات کو ترتیب سے رکھنا، کرداروں کے خاکے بنانا، مرکزی خیال اور معاون تفصیلات الگ کرنا، سبب و نتیجہ کے سوالات، جدول اور خاکہ (گرافک آرگنائزر) مکمل کرنا اور متن کا اپنی زندگی سے تعلق جوڑنا اہم سرگرمیاں ہیں۔ سوالات کی سطح بھی بتدریج اونچی ہونی

چاہیے: پہلے لفظی سوالات جن کا جواب متن میں صاف ملتا ہے، پھر استنباطی سوالات جن میں مطلب خود نکالنا پڑتا ہے، اور پھر اطلاقی و تنقیدی سوالات جن میں طالب علم متن کی بات کو نئی صورت حال پر لاگو کرتا یا اس پر رائے دیتا ہے۔ گروہی مباحثہ اور 'سوچو، جوڑی بناؤ، بتاؤ' جیسی تکنیکیں ہر طالب علم کو فہم کی سرگرمی میں شریک کرتی ہیں۔ استاد کو چاہیے کہ وہ کمزور طلبہ کے لیے متن کو چھوٹے حصوں میں بانٹے، سادہ سوالات سے آغاز کرے اور تصاویر و اشارات کی مدد فراہم رکھے، تاکہ فہم کی مشکل مایوسی میں نہ بدلے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ پڑھنے کی مہارت طالب علم کی علمی کامیابی، لسانی ترقی، فکری پختگی اور عملی زندگی کی کامیابی کی بنیاد ہے، اس لیے اردو کے استاد کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اس مہارت کو منظم طریقے سے پروان چڑھائے۔ روانی، درست تلفظ اور فہمِ متن تین الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی مہارت کے تین پہلو ہیں: تلفظ درست ہو تو پڑھنا سہل ہوتا ہے، روانی ہو تو دماغ سمجھنے کے لیے آزاد رہتا ہے، اور فہم ہو تو پڑھنا بامقصد اور دلچسپ بنتا ہے۔ نمونہ خوانی، مکرر خوانی، جوڑی و اجتماعی خوانی، تلفظ کی منظم مشقیں اور پڑھنے سے پہلے، دوران اور بعد کی فہم ساز سرگرمیاں وہ تدریسی اوزار ہیں جن سے استاد یہ تینوں خوبیاں ایک ساتھ نشوونما دے سکتا ہے۔ شرط صرف اتنی ہے کہ مشق باقاعدہ ہو، متن سطح کے مطابق ہو، غلطی پر رویہ حوصلہ افزا ہو اور ہر طالب علم کو پڑھنے کا موقع ملے۔ ایسا قاری ہی آگے چل کر خود مطالعے کا سہارا لے کر زندگی بھر سیکھتا رہتا ہے۔

سوال نمبر 3: سبق کی منصوبہ بندی کے بنیادی اجزا اور ان کا باہمی ربط (20 نمبر)

سوال نمبر 3: اردو کی تدریس میں سبق کی منصوبہ بندی کے بنیادی اجزا بیان کریں۔ تعلیمی مقاصد، تدریسی مواد، طریقۂ تدریس اور جانچ کو باہم مربوط کرنے کی وضاحت کریں۔

(20)

تعارف

تدریس ایک مقصدی اور منصوبہ بند عمل ہے۔ جس طرح کوئی عمارت بغیر نقشے کے کھڑی نہیں ہوتی، اسی طرح کوئی سبق بغیر منصوبہ بندی کے مؤثر نہیں ہوتا۔ سبق کی منصوبہ بندی سے مراد یہ ہے کہ استاد جماعت میں داخل ہونے سے پہلے یہ طے کرے کہ وہ کیا پڑھائے گا، کیوں پڑھائے گا، کیسے پڑھائے گا، کس مواد اور کن معاونات سے مدد لے گا اور آخر میں یہ کیسے جانچے گا کہ طلبہ نے کتنا سیکھا۔ یہ چند منٹ کی تحریری تیاری دراصل پورے پیریڈ کی سمت متعین کرتی ہے۔ جو استاد منصوبہ بندی کے بغیر پڑھاتا ہے وہ وقت کی بربادی، موضوع سے بھٹکاؤ اور نظم وضبط کے مسائل کا شکار رہتا ہے، جبکہ منصوبہ بند استاد پُراعتماد ہوتا ہے اور ہر منٹ کو مقصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔

اس سوال کے پہلے حصے میں سبق کی منصوبہ بندی کے بنیادی اجزا بیان کیے جائیں گے۔ اس میں عمومی معلومات، تعلیمی مقاصد، تدریسی مواد، سابقہ علم، تعارف، پیش کش، سرگرمیاں، تدریسی معاونات، جانچ اور گھر کا کام شامل ہیں۔ دوسرے حصے میں خاص طور پر یہ وضاحت کی جائے گی کہ چار مرکزی عناصر یعنی مقاصد، مواد، طریقۂ تدریس اور جانچ آپس میں کس طرح بالکل مربوط ہوتے ہیں۔ دراصل یہی ربط منصوبہ بندی کی روح ہے: مقصد طے کرتا ہے کہ مواد کیا ہو، مواد اور مقصد مل کر طریقہ چنتے ہیں، اور جانچ یہ پرکھتی ہے کہ مقصد حاصل ہوا یا نہیں۔ کوئی ایک عنصر بدل جائے تو باقی تینوں کو بھی اس کے مطابق ڈھلنا پڑتا ہے۔

سبق کی منصوبہ بندی کے بنیادی اجزا

سبق کے منصوبے کی ابتدا عمومی معلومات سے ہوتی ہے: جماعت، مضمون، موضوع یا سبق کا عنوان، مدت یا پیریڈ کا دورانیہ اور تاریخ۔ یہ تفصیل منصوبے کو شناخت دیتی ہے اور ریکارڈ کا حصہ بنتی ہے۔ اس کے بعد سب سے اہم جز، یعنی تعلیمی مقاصد آتے ہیں۔ مقاصد دو قسم کے ہوتے ہیں: عمومی مقاصد جو پورے یونٹ یا کتاب کے لیے ہوتے ہیں اور مخصوص یا رویاتی مقاصد جو اسی ایک سبق کے لیے قابلِ مشاہدہ الفاظ میں لکھے جاتے ہیں، مثلاً 'طالب علم سبق کے دس نئے الفاظ کو جملوں میں درست استعمال کر سکے گا' یا 'طالب علم کہانی کا مرکزی خیال اپنے الفاظ میں بیان کر سکے گا'۔ مقصد ایسا ہو جو حاصل بھی ہو سکے اور ناپا بھی جا سکے۔ مبہم مقصد جیسے 'طلبہ کو اردو سکھانا' منصوبہ بندی میں کسی کام کا نہیں۔

تیسرا جز تدریسی مواد ہے، یعنی وہ متن، مثالیں، کہانی، نظم یا معلومات جو پڑھائی جائیں گی۔ مواد کا انتخاب مقصد کے مطابق، طلبہ کی عمر اور سطح کو سامنے رکھ کر اور وقت کی گنجائش دیکھ کر کیا جاتا ہے۔ چوتھا جز طلبہ کے سابقہ علم کی جانچ ہے: استاد چند سوالات سے پرکھتا ہے کہ طلبہ اس موضوع کے بارے میں پہلے سے کیا جانتے ہیں، کیونکہ نیا علم پرانے علم کی بنیاد پر ہی کھڑا ہوتا ہے۔ پانچواں جز تعارف ہے، چند منٹ کی دلچسپ سرگرمی، سوال، تصویر، کہانی یا واقعہ جس سے طلبہ کی توجہ موضوع کی طرف مبذول ہو اور وہ سیکھنے کے لیے آمادہ ہوں۔ چھٹا اور مرکزی جز پیش کش یا تدریسی مراحل ہیں جن میں مواد کو آسان سے مشکل اور معلوم سے نامعلوم کی ترتیب سے مرحلہ وار پیش کیا جاتا ہے اور ہر مرحلے پر طلبہ کی سرگرمی شامل رہتی ہے۔

جدول 1: سبق کی منصوبہ بندی کے بنیادی اجزا اور ان کا کام

جز	اس میں کیا شامل ہے	اس کا کام / فائدہ
تعلیمی مقاصد	قابلِ مشاہدہ اور قابلِ پیمائش رویاتی مقاصد	پوری تدریس کی سمت متعین کرتے ہیں
تدریسی مواد	متن، مثالیں، مشقیں، منتخب حصے	بتلاتا ہے کہ کیا پڑھایا جائے گا
سابقہ علم و تعارف	ابتدائی سوالات، دلچسپی پیدا کرنے والی سرگرمی	نئے سبق کو پرانے علم سے جوڑتا ہے
طریقۂ تدریس و سرگرمیاں	طریقے، تکنیکیں، انفرادی و گروہی کام	طے کرتا ہے کہ مواد کیسے پہنچایا جائے گا
تدریسی معاونات	تختہ، چارٹ، تصاویر، اشیا، آڈیو و بصری مواد	مشکل تصورات کو آسان اور دلچسپ بناتے ہیں
جانچ و قدر پیمائی	زبانی سوالات، مختصر تحریری کام، مشاہدہ	بتاتی ہے کہ مقاصد کس حد تک حاصل ہوئے
خلاصہ و گھر کا کام	اہم نکات کی تکرار، مقصدی گھریلو مشق	سیکھے ہوئے کو پختہ اور دیرپا کرتا ہے

تدریسی معاونات، جانچ اور اختتامی اجزا

ساتواں جز تدریسی معاونات ہیں، یعنی تختہ و مارکر، چارٹ، تصاویر، حقیقی اشیا، نقشے، آڈیو ریکارڈنگ اور دستیاب ہو تو ملٹی میڈیا۔ منصوبے میں یہ لکھنا ضروری ہے کہ کون سی معاونت کس مرحلے پر اور کیوں استعمال ہو گی، کیونکہ معاونت مقصد سے جڑی ہو تو قیمتی ہے، ورنہ محض سجاوٹ ہے۔ آٹھواں جز استاد اور طالب علم کی سرگرمیوں کا توازن ہے: منصوبے میں واضح ہو کہ کس مرحلے پر استاد کیا کرے گا اور طلبہ کیا کریں گے۔ جدید منصوبہ بندی میں طلبہ کی سرگرمی کا حصہ زیادہ رکھا جاتا ہے کیونکہ طالب علم کر کے سیکھتا ہے، صرف سن کر نہیں۔ نواں جز جانچ ہے، جس میں پیریڈ کے آخر میں چند مختصر سوالات یا کام سے یہ پرکھا جاتا ہے کہ مقاصد حاصل ہوئے یا نہیں۔ ساتھ ہی کمزور طلبہ کی نشان دہی اور ان کی اضافی مدد کا خیال بھی منصوبے کا حصہ ہونا چاہیے۔

دسواں جز خلاصہ و تکرار ہے، جس میں سبق کے اہم نکات تختے پر یا زبانی طور پر سمیٹے جاتے ہیں تاکہ منتشر معلومات ایک منظم صورت اختیار کر لیں۔ آخری جز گھر کا کام ہے، جو سبق کی توسیع ہو، بوجھ نہ ہو؛ ایسا کام جو طالب علم خود کر سکے اور جس کا تعلق حاصل کیے گئے مقصد سے صاف ظاہر ہو۔ اچھے منصوبے میں وقت کی تقسیم بھی درج ہوتی ہے کہ تعارف پر کتنے منٹ، پیش کش پر کتنے اور جانچ پر کتنے صرف ہوں گے۔ اسی طرح ممکنہ مشکلات کا اندازہ اور ان کا متبادل انتظام بھی بصیرت مند استاد پہلے سے سوچ لیتا ہے۔ یہ تمام اجزا مل کر منصوبے کو ایک دستاویز نہیں بلکہ تدریس کی مکمل رہنما بنا دیتے ہیں۔

مقاصد، مواد، طریقہ اور جانچ کا باہمی ربط

اب اس سوال کے اصل نکتے کی طرف آئیے: یہ چار عناصر آپس میں کیسے مربوط ہیں؟ سب سے پہلے مقاصد مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو مقصد طے ہو گا وہی مواد کا انتخاب کرے گا۔ مثال کے طور پر اگر مقصد 'درست تلفظ کے ساتھ بلند خوانی' ہے تو مواد میں مکالمے اور مکالماتی کہانی موزوں ہو گی، لمبا وصفی مضمون نہیں۔ اگر مقصد 'خط نویسی' ہے تو مواد میں خط کے نمونے اور اس کے حصے شامل ہوں گے۔ دوسرا ربط مواد اور طریقے کے درمیان ہے۔ شاعری کے مواد کے لیے ترنم سے خوانی، تشریح اور ذوقی بحث کا

طریقہ چاہیے، جبکہ قواعد کے مواد کے لیے استقرائی طریقہ یعنی مثالوں سے قاعدہ نکالنا مناسب ہے۔ مکالمے کے لیے کردار نگاری اور کہانی کے لیے سوال و جواب اور سلسلہ وار بیان کا طریقہ کارآمد ہے۔ غلط مواد پر اچھا طریقہ بھی بیکار جاتا ہے اور اچھے مواد پر غلط طریقہ بھی۔

تیسرا ربط طریقے اور جانچ کے درمیان ہے اور چوتھا، سب سے فیصلہ کن ربط جانچ اور مقاصد کے درمیان۔ جانچ ہمیشہ مقصد کی ہوتی ہے، پڑھائے گئے صفحات کی نہیں۔ اگر مقصد بلند خوانی تھا تو جانچ بھی طالب علم سے پڑھوا کر ہو گی؛ کاغذ پر تحریف لکھوانا اس مقصد کی جانچ نہیں۔ اگر مقصد الفاظ کا استعمال تھا تو جانچ میں جملے بنوائے جائیں گے، صرف معنی لکھوانا کافی نہیں۔ یہی تصور 'مقصد، تدریس اور جانچ کی ہم آہنگی' کہلاتا ہے۔ جانچ کے نتائج پھر استاد کو اگلے منصوبے کے لیے راہ دکھاتے ہیں: جہاں کمزوری ملی وہاں مواد کی دوبارہ تدریس یا طریقے کی تبدیلی درکار ہو گی۔ یوں یہ چاروں عناصر ایک بند دائرے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں: مقصد سے مواد، مواد سے طریقہ، طریقے سے جانچ اور جانچ سے دوبارہ نظر ثانی شدہ مقاصد۔ بصیرت مند استاد منصوبہ لکھتے وقت ہر مرحلے پر خود سے پوچھتا ہے کہ یہ سوال یہ سرگرمی اور یہ سوال میرے طے کردہ مقصد سے کیسے جڑتا ہے؛ جس چیز کا جواب نہ ملے وہ منصوبے سے نکال دیتا ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ سبق کی منصوبہ بندی تدریس کی کامیابی کی بنیاد ہے اور اس کے اجزا—مقاصد، مواد، سابقہ علم، تعارف، پیش کش، سرگرمیاں، معاونات، جانچ، خلاصہ اور گھر کا کام—ایک منظم سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ ان میں سب سے نازک اور اہم نکتہ مقاصد، مواد، طریقۂ تدریس اور جانچ کا باہمی ربط ہے۔ مقاصد سمت دیتے ہیں، مواد ان مقاصد کے مطابق منتخب ہوتا ہے، طریقہ مواد کو طلبہ تک پہنچانے کا راستہ ہے اور جانچ یہ ماپتی ہے کہ منزل ملی یا نہیں؛ جانچ کے نتائج اگلے منصوبے کو بہتر بناتے ہیں۔ جب یہ ہم آہنگی موجود ہو تو پیریڈ کا ہر منٹ بامعنی ہو جاتا ہے، طالب علم الجھن سے بچتا ہے اور استاد اپنی کارکردگی کا خود احتساب کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس بے ربط تدریس میں کتاب تو ختم ہو جاتی ہے مگر مقاصد ادھورے رہ جاتے ہیں۔ اس لیے اردو کے ہر استاد کو سبق کی منصوبہ بندی کو رسمی خانہ پری نہیں بلکہ اپنی پیشہ ورانہ مہارت کی سب سے قیمتی عادت سمجھنا چاہیے۔

سوال نمبر4: طلبہ کے لسانی پس منظر اور انفرادی اختلافات کی اہمیت اور تدریسی تنظیم(20نمبر)

سوال نمبر4: اردو زبان کی تدریس میں طلبہ کے لسانی پس منظر اور انفرادی اختلافات کی اہمیت واضح کریں۔ استاد ان اختلافات کو سامنے رکھتے ہوئے تدریسی عمل کو کیسے منظم کر سکتا ہے؟(20)

تعارف

کوئی جماعت درحقیقت دو درجن یا تین درجن مختلف دنیاؤں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ ایک ہی جماعت میں ایک بچہ ایسا ہوتا ہے جس کے گھر میں اردو بولی اور پڑھی جاتی ہے، دوسرا وہ جس کے گھر کی زبان پنجابی، سندھی، پشتو، سرائیکی یا بلتی ہے اور اردو سے اس کا واسطہ صرف سکول میں پڑتا ہے۔ ایک بچہ تیزی سے سیکھتا ہے، دوسرا وقت لیتا ہے؛ ایک بولنے میں بے تکلف ہے، دوسرا شرمیلا؛ ایک کا خط خوش ہے، دوسرے کو جملے یاد کرنے میں دقت ہوتی ہے۔ ان ہی تفاوتوں کو ہم لسانی پس منظر اور انفرادی اختلافات کہتے ہیں۔ تعلیمی نفسیات کا مسلمہ اصول ہے کہ بچے ایک جیسے نہیں ہوتے، اس لیے سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنے والی تدریس ناانصافی بھی ہے اور ناکام بھی۔

اس سوال کے پہلے حصے میں یہ واضح کیا جائے گا کہ اردو کی تدریس میں لسانی پس منظر اور انفرادی اختلافات کو اہمیت دینا کیوں ضروری ہے اور اگر انہیں نظر انداز کیا جائے تو کیا نتائج نکلتے ہیں۔ دوسرے حصے میں عملی تدابیر بیان ہوں گی جن سے استاد انہی اختلافات کو سامنے رکھ کر اپنے تدریسی عمل کو منظم کر سکتا ہے: تشخیص، گروہ بندی، مرحلہ وار تدریس، مواد اور مشق کی درجہ بندی، زبانی مدد، جانچ میں تنوع اور حوصلہ افزائی کا ماحول۔ مقصد یہ سمجھنا ہے کہ اختلاف طلبہ کی خامی نہیں بلکہ جماعت کی قدرتی حقیقت ہے، اور اچھا استاد اسی حقیقت کے اندر ہر بچے کے لیے آگے بڑھنے کا راستہ نکالتا ہے۔

لسانی پس منظر کی اہمیت

لسانی پس منظر سے مراد ہے کہ طالب علم گھر اور ماحول میں کون سی زبان یا زبانیں سنتا اور بولتا ہے، اس کے والدین اور اہل خانہ کس حد تک خواندہ ہیں، گھر میں کتابیں، اخبار یا کہانیاں موجود ہیں یا نہیں اور اس کا علاقائی لہجہ کیا ہے۔ پاکستان ایک کثیر لسانی ملک ہے؛ اردو ہماری قومی زبان ہے مگر بیشتر بچوں کے لیے یہ مادری زبان نہیں بلکہ دوسری بڑی

زبان ہے۔ جس بچے کے گھر میں اردو بولی جاتی ہے، کہانیاں سنائی جاتی ہیں اور اخبار آتا ہے، اس کے لیے اردو کا سبق قدرتی توسیع ہے۔ اس کے برعکس جس بچے کا اردو سے پہلا سنجیدہ واسطہ سکول میں پڑتا ہے اسے الفاظ، لہجہ اور جملہ سازی تینوں سطحوں پر اضافی محنت درکار ہوتی ہے۔ اگر استاد اس فرق کو نہ سمجھے تو وہ دوسری قسم کے بچے کو غبی یا لاپروا سمجھ بیٹھے گا، حالانکہ اصل مسئلہ موقع اور ماحول کا ہے، قابلیت کا نہیں۔

لسانی پس منظر کی اہمیت کا دوسرا پہلو مادری زبان کا اثر ہے، جسے ماہرینِ لسانیات منتقلی کہتے ہیں۔ طالب علم اپنی مادری زبان کی آوازیں، الفاظ کی ترتیب اور محاورے اردو میں منتقل کرتا ہے؛ کہیں یہ منتقلی مدد دیتی ہے اور کہیں تلفظ اور جملے کی ساخت میں غلطیاں پیدا کرتی ہے۔ باشعور استاد عام غلطیوں کے پیچھے چھپی مادری زبان کی منطق کو پہچانتا ہے اور نشان زدہ مشقوں سے ان کی اصلاح کرتا ہے۔ تیسرا پہلو ثقافتی ہے: جن مثالوں، کہانیوں اور محاوروں سے استاد پڑھاتا ہے وہ طلبہ کے اپنے ماحول سے قریب ہوں تو سبق دلچسپ اور قابلِ فہم بنتا ہے۔ اسی لیے دانش مندانہ تدریس میں مقامی تجربات، علاقائی فصلوں، میلوں، کھیلوں اور مقامی کہانیوں کو اردو اسباق سے جوڑا جاتا ہے، تاکہ طالب علم کو زبان اجنبی نہ لگے بلکہ اس کی اپنی زندگی کی زبان محسوس ہو۔

انفرادی اختلافات کی نوعیت اور اہمیت

انفرادی اختلافات سے مراد طلبہ میں ذہانت اور سیکھنے کی رفتار، دلچسپی اور رجحان، یادداشت، توجہ کا دورانیہ، سابقہ علم، جسمانی و حسی صلاحیت، مزاج اور اعتماد کی سطح میں پایا جانے والا فرق ہے۔ ایک بچہ سن کر بہتر سیکھتا ہے، دوسرا دیکھ کر، تیسرا خود کر کے؛ یہ سیکھنے کے انداز (لرننگ اسٹائلز) کا فرق ہے۔ ایک بچے کو شاعری میں دلچسپی ہے، دوسرے کو کہانی میں، تیسرا تحریری کام میں ماہر ہے مگر بولتے وقت گھبراتا ہے۔ ان اختلافات کی اہمیت یہ ہے کہ اگر تدریس سب کے لیے ایک سطح اور ایک رفتار پر رکھ دی جائے تو تیز رفتار طلبہ بور ہو کر شرارت یا لاپرواہی کی طرف مائل ہوتے ہیں اور سست رفتار طلبہ پیچھے رہ کر احساسِ کمتری اور آخرکار سکول سے بددلی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جماعت کا درمیانی حصہ کچھ سیکھتا ہے اور دونوں کنارے محروم رہ جاتے ہیں۔

انفرادی اختلافات کا ایک پہلو خاص تعلیمی ضرورتیں بھی ہیں: کمزور بینائی یا سماعت والے بچے، پڑھنے میں مخصوص دشواری (ڈس لیکسیا) والے بچے اور انتہائی ذہین بچے، سب کو عام نظام میں خصوصی توجہ درکار ہوتی ہے۔ اردو کی جماعت میں ایسے بچے بھی ہوتے ہیں جو ایک سکول سے دوسرے میں منتقل ہوئے ہوں یا دیر سے داخل ہوئے ہوں۔ ماہر استاد ان تمام صورتوں کو پہچانتا ہے۔ اہمیت کا خلاصہ یہ ہے کہ انفرادی اختلافات کو ماننا دراصل ہر بچے کے سیکھنے کے حق کو ماننا ہے۔ جدید تعلیم کا تقاضا 'سب کے لیے ایک جیسی تدریس' نہیں بلکہ 'ہر ایک کے لیے مناسب تدریس' ہے، اور اسی کو تفریقی یا درجہ بند تدریس کہا جاتا ہے۔

استاد تدریسی عمل کو کیسے منظم کرے: تشخیص اور گروہ بندی

اب سوال کا عملی حصہ: استاد اختلافات کو سامنے رکھ کر تدریسی عمل کیسے منظم کرے؟ پہلا قدم تشخیص ہے۔ سیشن کے آغاز میں استاد سادہ سی ابتدائی جانچ، بلند خوانی، املا اور مختصر تحریر کے ذریعے ہر طالب علم کی سطح کا اندازہ لگائے اور اپنی ڈائری میں نوٹ رکھے۔ مشاہدہ بھی تشخیص کا ذریعہ ہے: کون بچہ سوال کا جواب دیتا ہے، کون گھبراتا ہے، کون کتاب سے خط کھینچ کر پڑھتا ہے۔ دوسرا قدم لچک دار گروہ بندی ہے۔ استاد دو غلط تقسیم (مستقل ذہین اور کمزور گروپ) سے بچے؛ ان کے بجائے مختلف سرگرمیوں کے لیے مختلف گروپ بنائے۔ بعض سرگرمیوں میں ہم سطح گروپ بنائے جائیں تاکہ کمزور گروپ آسان کام کے ساتھ آگے بڑھے اور تیز گروپ کو چیلنج ملے؛ بعض میں مخلوط گروپ ہوں تاکہ مضبوط طلبہ کمزور ساتھیوں کی مدد کریں، جس سے دونوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ گروپ بدلتے رہنے سے کوئی بچہ 'کمزور گروپ' کے ٹھپے کا شکار نہیں ہوتا۔

تیسرا قدم تدریس کی درجہ بندی ہے، یعنی ایک ہی سبق کو تین سطحوں پر تیار کرنا: بنیادی سطح پر سب کے لیے لازمی تصور، درمیانی سطح پر اس کی توسیع اور اعلیٰ سطح پر چیلنج والی سرگرمی۔ مثال کے طور پر کہانی کے سبق میں سب طلبہ واقعات بیان کریں، درمیانی گروپ کرداروں کے بارے میں لکھے اور تیز گروپ کہانی کا متبادل انجام تجویز کرے۔ چوتھا قدم سہارا دے کر چھوڑنے کا اصول ہے: کمزور طالب علم کو ابتدا میں جملوں کے سانچے، الفاظ کی فہرست، آدھے لکھے ہوئے پیراگراف اور تصویری اشارے دیے جائیں اور بتدریج یہ سہارے کم کیے جائیں۔ پانچواں قدم رفتار کی لچک ہے: جسے وقت درکار ہو اسے مشق کا اضافی وقت اور مختصر وقفے دیے جائیں، اور جس کی مشق جلد ختم ہو جائے اس کے لیے توسیعی کام تیار رکھا جائے تاکہ کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔

مواد، جانچ اور ماحول میں تفریق

چھٹا قدم مواد اور مشق میں تنوع ہے۔ ایک ہی مقصد کے حصول کے لیے مختلف ذرائع پیش کیے جائیں: سننے والوں کے لیے آڈیو کہانی، دیکھنے والوں کے لیے تصویری سلسلہ اور خود کرنے والوں کے لیے کردار نگاری۔ گھر کے کام میں بھی انتخاب دیا جا سکتا ہے کہ طالب علم مضمون لکھے، خاکہ بنائے یا انٹرویو کرے؛ مقصد ایک، راستے کئی۔ ساتواں قدم جانچ میں تفریق ہے۔ جانچ کا مقصد درجہ لگانا نہیں، سیکھنے کی پیش رفت جاننا ہے۔ اس لیے زبانی، تحریری، عملی اور مشاہداتی جانچ سب کو استعمال کیا جائے۔ کمزور قاری کو چھوٹے حصے کی خوانی پر سراہا جائے، شرمیلے بچے کو پہلے چھوٹے گروپ میں بلوایا جائے پھر پوری جماعت کے سامنے۔ نمبروں کی بجائے وضاحتی رائے (فیڈبیک) دی جائے جو بتائے کہ اگلا قدم کیا ہے۔ امتحان میں بھی جہاں نظام اجازت دے وہاں اضافی وقت یا بڑی تحریر والی پرچہ جیسی سہولتیں کمزور نظر یا مخصوص ضرورت والے بچوں کے حق ہیں۔

آٹھواں اور شاید سب سے اہم قدم جماعت کا ماحول ہے۔ استاد ہر بچے کی پیش رفت کو اس کی اپنی پچھلی کارکردگی سے ناپنے کی عادت ڈالے، دوسروں سے موازنہ کرنے کی نہیں۔ کسی بچے کی غلطی یا لہجے کا مذاق اڑانے پر سختی سے روک لگائی جائے۔ مادری زبان کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جائے بلکہ اسے اردو سیکھنے کا پل قرار دیا جائے؛ جہاں مفید ہو وہاں مادری زبان کے دو چار الفاظ یا مثالوں سے وضاحت کر دینا اردو کے وقار کو کم نہیں کرتا بلکہ فہم کو بڑھا دیتا ہے۔ والدین سے رابطہ رکھ کر گھر میں کہانی سننے اور سادہ کتابیں پڑھنے کی ترغیب دینا بھی اسی تنظیم کا حصہ ہے۔ اسی طرح کمزور طلبہ کے لیے اسکول کے اندر اصلاحی تدریس (ریمیڈیل ٹیچنگ) کے مختصر سیشنز اور ہونہار طلبہ کے لیے ادبی مقابلے، بزمِ ادب اور لائبریری کی سرگرمیاں استاد کی اسی وسعتِ نظر کا ثبوت ہیں۔

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ لسانی پس منظر اور انفرادی اختلافات اردو کی تدریس کے اصل میدانِ عمل ہیں۔ پاکستان جیسے کثیر لسانی ملک میں طلبہ مختلف مادری زبانوں، لہجوں، کہانیوں اور مواقع کے ساتھ جماعت میں آتے ہیں اور ان کی ذہنی رفتار، دلچسپی اور سیکھنے کے انداز بھی یکساں نہیں ہوتے۔ جو استاد ان حقیقتوں کو نظر انداز کرتا ہے وہ نادانستہ طور پر تیز بچوں کو بوریت اور سست بچوں کو محرومی کے حوالے کر دیتا ہے۔ اس کے برعکس جو استاد تشخیص سے آغاز کرتا ہے، لچک دار گروہ بندی کرتا ہے، تدریس اور مشق کو درجہ بند کرتا ہے،

سہارے فراہم کرتا ہے، مواد اور جانچ میں تنوع لاتا ہے اور سب سے بڑھ کر محبت اور انصاف کا ماحول بناتا ہے، وہی ہر بچے کو اس کی اپنی رفتار سے آگے بڑھنے کا موقع دیتا ہے۔

یہی تفریقی تدریس آج کی پیشہ ورانہ معیاری تدریس کی پہچان ہے اور اردو جیسی قومی زبان کے لیے اس کی ضرورت دوچند ہے، کیونکہ اردو ہر پاکستانی بچے کا حق ہے، اس کا لسانی پس منظر جو بھی ہو۔

سوال نمبر 5: اردو کی تدریس کے روایتی اور جدید طریقے اور ان کے انتخاب کی بنیادیں (20 نمبر)

سوال نمبر 5: اردو کی تدریس میں استعمال ہونے والے روایتی اور جدید طریقوں کی وضاحت کریں۔ ان طریقوں کے انتخاب میں طلبہ کی عمر، استعداد اور تعلیمی ضروریات کو مدنظر رکھنے کی اہمیت بیان کریں۔ (20)

تعارف

طریقۂ تدریس سے مراد وہ منظم راستہ ہے جس سے استاد علم اور مہارت کو طالب علم تک پہنچاتا ہے۔ ایک ہی سبق کو کئی طریقوں سے پڑھایا جا سکتا ہے اور نتیجہ ہر بار مختلف ہوتا ہے؛ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ طریقہ نصف تدریس ہے۔ اردو کی تدریس کی تاریخ میں مختلف ادوار میں مختلف طریقے رائج رہے ہیں۔ ماضی میں لفظی ترجمہ، رٹہ، املا اور استاد مرکز لیکچر کا رواج تھا، جبکہ آج طلبہ مرکز سرگرمیاں، مکالماتی تدریس، دریافت کے ذریعے سیکھنا اور ٹیکنالوجی کی مدد سے تدریس کو ترجیح دی جاتی ہے۔ مگر یہ سمجھنا درست نہیں کہ روایتی طریقے مکمل طور پر بیکار اور جدید طریقے ہر حال میں بہترین ہیں؛ حقیقت یہ ہے کہ ہر طریقے کی اپنی جگہ، اپنی طاقت اور اپنی حد ہے۔

اس سوال کے پہلے حصے میں اردو کی تدریس کے اہم روایتی طریقوں، یعنی لیکچر یا بیانیہ طریقہ، کتابی و ترجمہ طریقہ، املا و نقل طریقہ اور سوال و جواب کی روایتی صورت کی وضاحت کی جائے گی، ساتھ میں جدید طریقوں، یعنی سرگرمی پر مبنی تدریس، مکالماتی / ابلاغی طریقہ، استقرائی طریقہ، منصوبہ و کھیل طریقہ، مسئلہ حل طریقہ اور تکنیکی مدد سے تدریس کو بیان کیا جائے گا۔ دوسرے حصے میں یہ بتایا جائے گا کہ ان طریقوں کے انتخاب میں طلبہ کی عمر، استعداد اور تعلیمی ضروریات کو مدنظر رکھنا کیوں ضروری ہے، کیونکہ غلط انتخاب بہترین سبق کو بھی ناکام بنا سکتا ہے جبکہ درست انتخاب معمولی مواد کو بھی زندہ کر دیتا ہے۔

روایتی طریقے: خصوصیات، فوائد اور حدود

روایتی طریقوں میں سب سے پرانا بیانیہ یا لیکچر طریقہ ہے، جس میں استاد بولتا ہے اور طلبہ سنتے ہیں۔ اس سے کم وقت میں زیادہ مواد پیش کیا جا سکتا ہے، بڑی جماعت کو قابو میں رکھنا آسان ہوتا ہے اور ادبی پس منظر، شاعر کے حالات اور مشکل تشریحات جیسی معلومات پہنچانے میں یہ کارآمد ہے۔ مگر اس کی حد یہ ہے کہ طالب علم غیر فعال رہتا ہے، زبان کی مہارتیں، خاص طور پر بولنا اور لکھنا، مشق کے بغیر ترقی نہیں پاتیں اور توجہ جلد بھٹک جاتی ہے۔ دوسرا روایتی طریقہ لفظ بہ لفظ ترجمہ اور شرح کا ہے۔ کٹھن متن کا مفہوم کھولنے اور مشکل الفاظ واضح کرنے میں یہ مفید ہے، لیکن اگر یہی واحد طریقہ بن جائے تو طالب علم خود متن سے لڑنے اور مطلب نکالنے کی صلاحیت حاصل نہیں کرتا اور ترجمے کا محتاج رہتا ہے۔

تیسرا روایتی طریقہ رٹہ اور زبانی یاد دہانی ہے، جو نظمیں، محاورے اور قواعد کی تعریفیں یاد کرنے میں محدود حد تک مفید ہے، مگر اس سے فہم اور استعمال کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی۔ چوتھا طریقہ نقل و املا کا ہے، جس سے خط اور املا درست ہوتے ہیں، مگر یہ تخلیقی تحریر کا متبادل نہیں۔ پانچواں روایتی طریقہ امتحان کی نمونہ خوانی اور طلبہ کی تقلیدی خوانی ہے جو آج بھی درست تلفظ کے لیے جدید طریقوں میں شامل ہے۔ غور کیا جائے تو روایتی طریقوں کا بڑا نقصان یہ ہے کہ ان میں مرکز استاد اور کتاب ہوتی ہے، طالب علم کی آواز، تجربہ اور سرگرمی پس منظر میں رہ جاتی ہے۔ اسی ردعمل میں جدید طریقے ابھرے، جنہوں نے مرکز طالب علم کو بنا لیا۔ تاہم دانش مند استاد روایتی طریقوں کو درجے سے باہر نہیں پھینکتا؛ لیکچر کا مختصر مؤثر حصہ، نمونہ خوانی اور املا آج بھی اس کے خزانے میں شامل ہیں۔

جدید طریقے: خصوصیات اور فوائد

جدید طریقوں کی بنیاد یہ نظریہ ہے کہ زبان استعمال سے سیکھی جاتی ہے اور سیکھنے والا خود سرگرم ہو تو سیکھنا دیرپا ہوتا ہے۔ سب سے اہم جدید طریقہ ابلاغی یا مکالماتی طریقہ (کمیونیکیٹو اپروچ) ہے، جس میں اصل توجہ زبان سے مطلب پہنچانے پر ہوتی ہے؛ جوڑیوں میں گفتگو، کردار نگاری، معلومات کے خلا والی سرگرمیاں اور مسئلہ بحث اس کی صورتیں ہیں۔ اس سے طلبہ میں بولنے کا اعتماد اور عملی زبان دانی پیدا ہوتی ہے۔ دوسرا طریقہ سرگرمی پر مبنی تدریس ہے، جس میں ہر سبق کرنے کے کاموں میں بدل دیا جاتا

ہے: ڈراما، مباحثہ، گروہی منصوبہ، تصویری کہانی اور فیلڈ مشاہدہ۔ تیسرا طریقہ استقرائی طریقہ ہے: قواعد کی تعریف پہلے بتانے کے بجائے مثالوں کے ذریعے طالب علم سے خود قاعدہ دریافت کرایا جاتا ہے؛ یوں قاعدہ رٹنے کے بجائے سمجھ میں آتا ہے اور یاد رہتا ہے۔

چوتھا طریقہ منصوبہ طریقہ (پروجیکٹ) ہے، جس میں طلبہ جماعتی اخبار نکالنا، مشاعرے کی تیاری، انٹرویو لے کر رپورٹ بنانا یا مقامی لائبریری کا سروے جیسا حقیقی کام کرتے ہیں اور اسی دوران سننا، بولنا، پڑھنا اور لکھنا چاروں مہارتیں قدرتی طور پر استعمال کرتے ہیں۔ پانچواں اہم رجحان ڈیجیٹل و تکنیکی تدریس ہے: آڈیو نظم، ویڈیو منظر کشی، آن لائن لغت اور پیش کاری کے ذریعے متن جاندار بن جاتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ ٹیکنالوجی مقصد کی خادم رہے، خود مقصد نہ بن جائے۔ چھٹا طریقہ تفریقی یا درجہ بند تدریس ہے، جس میں ایک ہی مقصد کے لیے مختلف سطح کی سرگرمیاں دی جاتی ہیں۔ ان تمام طریقوں کی مشترکہ خوبیاں یہ ہیں کہ طالب علم مرکز ہوتا ہے، چاروں مہارتیں باہم جڑتی ہیں، غلطی کو سیکھنے کا مرحلہ سمجھا جاتا ہے اور جانچ بھی عمل کے اندر گندھی ہوتی ہے۔ البتہ ان طریقوں کے لیے استاد کی پیشگی تیاری، وقت کی منصوبہ بندی اور جماعت کا منظم انتظام درکار ہوتا ہے؛ بے ترتیبی میں سرگرمی شور میں بدل سکتی ہے۔

جدول 2: روایتی اور جدید طریقوں کا موازنہ

پہلو	روایتی طریقے	جدید طریقے
مرکز	استاد اور کتاب	طالب علم اور اس کی سرگرمی
طالب علم کا کردار	سننے والا، یاد کرنے والا	شریک، دریافت کرنے والا، استعمال کرنے والا
زبان کی تعلیم	قواعد، ترجمہ اور رٹے پر زور	اصل ابلاغ اور استعمال پر زور
غلطی کی حیثیت	قابلِ سزا کمزوری	سیکھنے کا فطری مرحلہ، اصلاح کا موقع

جانچ	آخر میں یاد دہانی کا امتحان	عمل کے دوران بھی، کارکردگی سے بھی
مثالیں	لیکچر، ترجمہ، املا، نقل	مکالمہ، ڈراما، منصوبہ، دریافت، ڈیجیٹل مواد

انتخاب میں عمر، استعداد اور تعلیمی ضروریات کی اہمیت

اب سوال کا دوسرا حصہ: طریقے کا انتخاب کن باتوں کو دیکھ کر ہو؟ پہلا معیار طلبہ کی عمر اور ذہنی نشوونما کا مرحلہ ہے۔ چھوٹے بچوں (ابتدائی جماعتیں) کے لیے کھیل، گیت، کہانی، تصویر اور حرکت والی سرگرمیاں موزوں ہیں، کیونکہ ان کی توجہ کا دورانیہ مختصر ہوتا ہے اور وہ کر کے اور محسوس کر کے سیکھتے ہیں۔ ان سے لیکچر یا طویل خاموش مطالعے کی توقع عمر کے خلاف ہے۔ مڈل جماعتوں میں کہانی، مکالمہ، گروپی کام اور مختصر تحریر اچھی چلتی ہے، جبکہ ثانوی جماعتوں میں مباحثہ، تحقیقی منصوبہ، آزاد مطالعہ، تنقیدی تحریر اور باقاعدہ لیکچر کا امتزاج مناسب ہوتا ہے۔ عمر کے غلط انتخاب کی مثال یہ ہے کہ بڑی جماعت کو بچگانہ کھیل دیا جائے تو وہ دلچسپی کھو دیں گے، اور چھوٹی جماعت کو خشک لیکچر دیا جائے تو وہ توجہ ہی نہیں دے پائے گی۔

دوسرا معیار استعداد اور سابقہ سطح ہے۔ جس جماعت کی بنیادی خواندگی کمزور ہے وہاں دریافت اور بحث سے پہلے نمونہ خوانی، ہدایت یافتہ مشق اور سہاروں والی تدریس زیادہ مفید ہوگی؛ جہاں طلبہ پختہ ہیں وہاں انہیں آزاد منصوبے اور کھلے مسائل دیے جا سکتے ہیں۔ مخلوط استعداد والی جماعت، جو ہمارے یہاں عام ہے، اس میں درجہ بند سرگرمیاں اور مخلوط گروپ بہتر رہتے ہیں۔ تیسرا معیار تعلیمی ضرورت ہے، یعنی اس سبق کا مخصوص مقصد کیا ہے۔ اگر مقصد تلفظ ہے تو نمونہ و تقلیدی خوانی چاہیے؛ مقصد اگر قواعد کا فہم ہے تو استقرائی مشق؛ مقصد اگر بولنے کا اعتماد ہے تو مکالماتی سرگرمی؛ مقصد اگر امتحانی تیاری میں تحریری اظہار ہے تو خاکہ سازی و مسودہ نویسی۔ جس مقصد کے لیے جو طریقہ ناموزوں ہو وہ کتنا ہی مقبول کیوں نہ ہو، نتیجہ نہیں دیتا۔ اس کے علاوہ استاد کو جماعت کا حجم، وقت کی گنجائش، دستیاب سامان اور خود اپنی مہارت کو بھی دیکھنا چاہیے؛ اچھی تدریس دراصل انہی سب معیارات کے درمیان توازن کا نام ہے، کسی ایک طریقے سے وفاداری کا نہیں۔

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ اردو کی تدریس میں روایتی اور جدید دونوں قسم کے طریقے موجود ہیں اور مؤثر استاد ان میں سے کسی قوم کا چشمہ بند پیروکار نہیں ہوتا۔ روایتی طریقے، جیسے لیکچر، ترجمہ و شرح، نمونہ خوانی اور املا، معلومات پہنچانے، متن کھولنے اور املا و تلفظ درست کرنے میں اپنا مقام رکھتے ہیں، مگر طالب علم کو غیر فعال رکھنے کی بنا پر تنہا کافی نہیں۔ جدید طریقے، جیسے ابلاغی تدریس، سرگرمی و منصوبہ، استقرائی دریافت اور تکنیکی مدد، طالب علم کو عامل بنا کر زبان کے اصل استعمال کی تربیت دیتے ہیں، مگر ان کے لیے تیاری اور نظم درکار ہے۔ اصل دانائی انتخاب میں ہے: استاد سبق کے مقصد کے ساتھ طلبہ کی عمر، تعداد، سابقہ سطح اور تعلیمی ضروریات کو سامنے رکھے، پھر ضرورت پڑنے پر چند طریقوں کا مناسب امتزاج بنا لے۔ یہی امتزاج، جسے انتخابی تدریس کہتے ہیں، اردو کی جماعت کو زندہ، بامقصد اور ہر بچے کے لیے مفید بناتا ہے۔